حضرت میاں راج شاہ قدس اللہ سرہٗ سوندھی

پیدائش:- ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۷۹۹ء میں آپ نے اس عالم ارضی کو اپنے کوثر بکاں وجود سے معطر فرمایا۔ والدین نے راج خاں نام رکھا، بعد میں جب فقر و تصوف کے بلند مقام پر فائز ہوئے تو راج شاہ سے مشہور ہوئے، سلسلہ نسب اس طرح ہے:- راج خاں عرف میاں راج شاہ ابن عبدالسمیع عرف سمیع خاں بن عظمت اکبر بن عظمت خاں ......)

آپ کا تعلق میو قوم کے مشہور قبیلے (پال) ڈھنگل سے ہے جو خاندان چندر بنسی سری مہاراج راجہ رام چندر جی سے جا ملتا ہے اس خاندان اور قبیلے کا نکاس اجودھیا سے ہے، وہاں سے منتقل ہو کر تاج پور آیا اور وہاں سے موضع رائسینہ Raesena تحصیل و ضلع گوڑگانوہ میں آکر آباد ہوا، یہاں سے پورے قبیلے کا نکاس ہے، پھر اس کی مختلف بڑی بڑی شاخیں ہوئیں جنھیں مقامی زبان میں تھانبہ (Thamba) کہا جاتا ہے، آپ تھانبہ سوندھیا سے تعلق رکھتے ہیں جو موضع سوندھ کے باعث مشہور ہوا" آپ کے والد مولوی عبدالسمیع عرف سمیع خاں یا سمیع خاں ذکر سبحان اللہ اس کثرت سے فرماتے تھے کہ زبان سے سوتے جاگتے یہ ذکر برابر جاری رہتا تھا، آپ کی بیوی نماز روزہ کی نہایت پابند تھیں، اور جب کوئی مہمان گھر آتا تو اس کی خاطر مدارات اس قدر کرتیں کہ کئی کئی دن ٹھہراتیں مولوی صاحب کے مزاج میں سخاوت، حلم و انکساری اس درجہ کی تھی کہ لوگ خود بخود گرویدہ ہو جاتے تھے، لوگوں کی تیمارداری کرتے اور ہر کس و ناکس کے گھر جاتے

تھے، فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا آپ کی عادت میں داخل تھا دراصل ایسا ہی اسلام ہے۔ فرمایا رسول اللہ نے کہ کھانا کھلاؤ جسے جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے ہو[1]

اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ اپنا اور اپنی اہلیہ کا کھانا مہمانوں کی تواضع کر دیا جاتا اور خود روزہ رکھتے یا فاقہ کرتے اور کسی پر اس کا اظہار نہ کرتے، جہاں کہیں خبر پاتے علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے، جب اپنے مویشی پہاڑ میں چرانے لے جاتے تو گوالوں کو اکٹھا کر لیتے اور اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے، اپنے ہم عمروں کو نیک کاموں کی ترغیب دیتے، زبان سے گالی نہ دیتے اور جو گالی دیتے ان کو منع فرماتے تھے، کبھی کسی کے کھیت سے کوئی چیز نہ اکھاڑتے اور ایسا کرنے سے منع کرتے تھے، کھیت میں جب کسی کا جانور گھس جاتا تو اسے مار کر نہ نکالتے بلکہ باہر سے بغیر مارے نکالنے کی کوشش کرتے تھے، اس طرح اپنی ساری زندگی یاد الٰہی اور خدمت خلق میں بسر فرمائی، ایسے گہوارۂ خلوص وللہیت اور عرفان و یقین سے پُر گھرانے میں میاں راج شاہ نے آنکھیں کھولیں پرورش پائی، پڑھنے لکھنے کے وسائل مفقود ہونے کے باعث آپ ظاہری تعلیم سے گو بہرہ مند نہ ہو سکے مگر باطنی قوت اور نور ایمانی سے ہر دقیق مسئلہ کو حل فرما دیتے تھے، مدبر، مستغنی المزاج، متوکل باللہ، صاحب زہد و ورع کمال منکسر المزاج، مسافر و مہمان نواز متصف بہ صفات حسنہ بہ نمونۂ سلف صالحین تھے، آخری زمانہ میں اس قدر استغراق کا غلو تھا کہ آپ رات دن مشاہدہ جمال میں محو رہتے، گفتگو کم کرتے، مریدوں کو توجہ قلبی سے طریقۂ اذکار و اشغال تلقین فرماتے خود عمل کر کے سمجھاتے، جو مرید ذکر الٰہی میں غلبہ حاصل کر لیتا اس سے مانوس اور خوش اور غیر مشرع لوگوں سے ناخوش ہوتے، اتباع شریعت اور حصول طریقت کی تعلیم و تاکید فرماتے، فارسی، اردو، ہندی کے دوہے اور

---

[1] صحیح بخاری اول ص ۲۶

اشعار پڑھتے اور بار بار زبان مبارک سے فرماتے:۔ "اللہ معرفت میں ڈوبے ہوئے فضل کر، اللہ تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ سوتے جاگتے ہر وقت آپ کا عقد نامل جاری رہتا[1]

آپ کے ہم عصروں میں جناب سائیں توکل شاہ نقشبندی انبالوی،

حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مقیم و مہاجر بیت اللہ شریف مکہ مکرمہ ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷م — ۱۳۱۷/۱۸۹۵

مولانا شاہ فضل الرحمن نقشبندی گنج مراد آبادی ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳م — ۱۳۱۳/۱۸۹۵

حاجی سید وارث علی شاہ ۔ دیوہ

شاہ جی شیر محمد میاں نقشبندی پیلی بھیت

مولانا غوث علی شاہ قلندری پانی پتی ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴م — ۱۲۹۷/۱۸۸۰

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۸م — ۱۲۳۹/۱۸۲۳

حضرت شاہ ابو سعید نقشبندی مجددی دہلوی ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲م — ۱۲۵۰/۱۸۳۵

حضرت شاہ عبد القادر، مترجم قرآن کریم، دہلوی ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳م — ۱۲۳۰/۱۸۴۱

شاہ محمد اسحاق محدث نواسۂ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی ۔ ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵م

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی ۔ مترجم قرآن کریم ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹م — ۱۲۳۳/۱۸۱۸

مولوی میر محبوب علی میواتی ثم الدہلوی مصنف "تاریخ الائمۃ فی ذکر خلفاء الامۃ" (مخطوطہ) جیسے ارباب فضل و کمال، صوفیاء و مشائخ اور علماء و دانشور تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین آپ ان تمام بزرگوں سے ملے ہیں اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے وعظوں میں برسوں شرکت کی ہے۔ ۱۲۰۰ھ ۱۲۷۰

---

[1] میاں راج شاہ کے کل حالات بلمت راج شاہی، مصنفہ معین قادری سے منتخب کر کے لئے گئے ہیں (ص ۱۰۹ - ۱۱۱)

مندرجہ ذیل بزرگوں سے آپ نے فیض باطن حاصل کیا ہے :۔

(۱) — سائیں گلاب شاہ صاحب مجذوب قصبہ ہتھین ضلع گوڑگانوہ۔

(۲) — میاں دین علی شاہ مجذوب دہلوی

(۳) — میاں کلن شاہ مجذوب کوٹ پوتلی

(۴) — مولوی نور محمد کملی والے دہلوی۔

(۵) — حضرت میاں اسمٰعیل کمہار، حصار

(۶) — میاں نور محمد نقاش[1]

میاں صاحب بچوں میں کم کھیلا کرتے ، اور اپنے کاموں سے فارغ ہوکر تنہا بیٹھ جاتے اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے اور ہمیشہ ایک وقت تنہائی کا اس کام کے لئے ضرور نکالتے ، یہ باپ کی صحبت کا اثر تھا ، کھیتی باڑی کا کام خود اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے ، مویشی چراتے وقت خاموش رہتے اور کھڑے کھڑے کچھ پڑھا کرتے اور چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے یہ شغل برابر جاری رہتا ، کوئی بولتا یا کچھ پوچھتا تو اس کا جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے ، پندرہ سولہ سال کی عمر میں آپ نے یہ دستور کر لیا تھا کہ رات کے وقت گاؤں سے باہر کبھی تالاب کے کنارے یا قبرستانوں میں یا کسی پہاڑ کی چٹان پر جہاں دل چاہتا چلے جاتے ، اور رات بھر اللہ اللہ کرتے رہتے ، گانے کی آواز سے آپ پر ایک حالت طاری ہوجاتی ، اس وقت آپ چادر اوڑھ لیتے اور خاموش بیٹھ جاتے ، بعض اوقات صبح تک آپ کا جسم کانپتا رہتا اور یہ حالت ہوتی جیسے لرزہ سے بخار چڑھ رہا ہو[2]۔

سیّد محسن شاہ کا بیان ہے کہ حضور قبلہ میاں صاحب دیگر بزرگان دین کی صحبت سے فیضیاب ہوکر تین چار مجذوب صاحبان کی خدمت میں رہے اور

[1] ص ۱۰۷ ، [2] ص ۱۱۱

ان سے فیض باطنی حاصل کیا ، اور پھر پیر کامل کی تلاش ہوئی اس خیال میں علاقہ ہریانہ کا گشت کیا رہتک میں پہنچ کر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل مہمی کی خدمت میں حاضر ہوئے ، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے از روئے مکاشفہ حالات معلوم فرماکر شرف بیعت بخشا اور اسی روز چاروں خاندانوں میں مجاز صحبت بناکر شجرۂ خلافت مرحمت فرمایا اور دستار خلافت اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر باندھی[1]۔

حیات خاں سکنہ سوندھ کا بیان ہے کہ میاں صاحب مجھ سے عمر میں کچھ بڑے تھے اور فقیر کے حال پر بہت مہربانی کرتے تھے نماز ، روزہ انھیں سے سیکھا اور پھر انھیں کا مرید ہوگیا ، موضع دھیر نکا متصل قصبہ ہتھین میاں صاحب کی ننھیال تھی ہر سال مویشی چرانے سوندھ سے وہاں جایا کرتے ، اسی کے متصل کھٹری ایک موضع ہے جس کی رکھیا (بنی) میں داتا گلاب شاہ مجذوب رہا کرتے تھے ، یہ بزرگ بڑے صاحب فیض اور مستجاب الدعوات تھے ، میاں صاحب کو ان سے بہت فیض حاصل ہوا ، چند ہی دن میں آپ کو باطنی فیوض سے مالا مال کر دیا ، کوئی فقیر ، سادھو ، مولوی جہاں بھی کہیں ہوتا میاں صاحب اس کی خدمت میں حاضر ہوتے ، سفر کی تکالیف اٹھاتے ، اور کچھ پروا نہیں کرتے بعض اوقات برس دو برس گھر سے باہر رہتے اور بزرگوں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ، ایک دن حضرت سے عرض کیا کہ "میاں صاحب آپ کہاں تشریف لے جایا کرتے ہیں" ؟ فرمایا : "لالہ مہم شریف میں میرے پیر مولوی شاہ اسمٰعیل صاحب ہیں ان سے ملنے جایا کرتا ہوں ، اور دہلی میں ایک مست دین علی شاہ ہیں ، اور کوٹ پوتلی میں ایک مست کلن شاہ ہیں ان سے ملنے کا زیادہ شوق رہتا ہے اور مولوی نور محمد صاحب کملی والے ، جو مرزا مظہر جان جاناں کے

[1] ص ۱۱۲

خلیفہ تھے بارہ سال تک دہلی میں ایک کائستھ کے دروازہ کی صحنچی میں پڑے رہتے، یہ بھی مجھ پر بہت کرم فرماتے ہیں، اور میاں محمد اسمٰعیل کمہار حصار والے، اور مولوی محمد رمضان صاحب مہمی اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب برادر شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ان سے میرا میل ہے اور یہ سب مردانِ راہِ خدا ہیں۔

کوئی چشم حقیقت کھولکر دیکھے تو اے بیدل ‏ ‏ ‏ ‏ تماشہ خاک کے پتلے میں پنہاں ہے خدائی کا

اور بھائی ان کے علاوہ سو دو سو کوس تک بھی جہاں کہیں کسی بزرگ کو سنتا ہوں ان کی خدمت میں پہنچتا ہوں،

عَلَيْكُمْ بِمُجَالَسَةِ الْعُلَمَاءِ وَاسْتِمَاعِ كَلَامِ الْحُكَمَاءِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْقَلْبَ الْمَيِّتَ بِنُوْرِ الْحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي الْأَرْضَ الْمَيْتَةَ بِمَاءِ الْمَطَرِ

علماء کے پاس بیٹھنا اور حکیموں کی بات سننا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ مردہ دلوں کو حکمت کے نور سے اس طرح زندگی بخشتا ہے جیسے غیر آباد اور بنجر زمین کو پانی سے سرسبز و شاداب فرماتا ہے۔

پھر میں نے عرض کیا: "میاں صاحب آپ نے اس وقت تک کتنے چلّے کیے؟" فرمایا: "بھائی چلہ کشی تو میں نہیں جانتا ان پڑھ ہوں یہ تو بزرگوں کا کام ہے البتہ ڈومروالے تالاب کی سل پر بارہ سال تک عشاء سے لے کر صبح تک اللہ اللہ کی ہے اور دن کو روزہ رکھنا اور کاشتکاری کا کام کرنا، ایسے ہی گڑگج کے تالاب پر۔ جو غیاث پور باس کے پہاڑ میں ہے اور تمہاری کھوڑ بسی کے جھرنوں میں، اور فیروز پور جھرکہ کے جھرنوں میں عرصے تک مختلف اوقات میں راتیں گذاری ہیں جے پور اور الور کی پہاڑیوں میں بہت پھرا ہوں اللہ کا شکر اور احسان ہے"۔

میاں صاحب کا حافظہ ایسا تیز تھا کہ جس بزرگ سے ملتے اس کے ارشادات دوہے، اشعار اردو فارسی اور آیات قرآنی، علماء کے مواعظ، امّی ہونے کے باوجود جوں کے توں یاد تھے۔

ایک دن کسی نے عرض کیا: "آپ کو اتنی باتیں کہاں سے یاد ہو گئیں؟" فرمایا: "تم کیا جانو جن سے میں نے یہ باتیں سیکھی ہیں"؟ پھر عرض کیا کہ ایک دو کے نام تو بتا دو — ارشاد ہوا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی اسحاق صاحب رحمۃ اللہ کے وعظوں میں، برسوں شریک ہوا ہوں اور آپ کے بھی ایک عرصہ تک جمعہ کی نماز سوندھ سے چل کر دہلی میں پڑھی ہے اور بیسیوں عالموں سے، آگرہ، لکھنؤ، میرٹھ کی طرف سینکڑوں علماء سے باتیں سنی ہیں تم کو کس کس کا نام بتاؤں"؟ پھر دریافت کیا گیا: "کیا گنگا بھی دیکھی ہے؟ فرمایا کہ گنگا اور جمنا کے کونوں میں برسوں اللہ اللہ کی ہے، اور رشی کیش بھی گیا ہوں اور بہت سے ہندو فقراء کو دیکھا ہے اور مسلم فقراء کو بھی"۔

پھر فرمایا: "بھائی خدا کو سچے دل سے دھیاوے تو ہر ضرور مل جائے، یاد رکھو کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر عمل کرنے سے سب کچھ مل جاتا ہے اور اس کے باہر کچھ نہیں ہے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مرشد وسیلہ ہے اللہ اور اس کے رسول کے راستہ بتانے کا، مرید کو پیر کی خدمت کرنے سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے اور پھر سب اس پر مہربان ہو جاتے ہیں، ہم نے اپنے پیر کی خدمت کی، خدا واسطے سیکڑوں فقیروں سے ملے اور ان کی خدمت بجالائے، سینہ سے لگایا، کرم کیا، سب کچھ دیا،

محنت کر رے باورے بن محنت نہیں پان
بن محنت رتجھے نہیں گوردھنی بھگوان

یعنی او سادہ دل محنت کر کہ اس کے بغیر کچھ نہیں ملتا بغیر محنت نہ مرشد دستیاب ہوتا ہے اور نہ دیدار الٰہی"۔ (ص ۱۱۵)

ایک دفعہ آپ موضع الدھن ضلع میرٹھ میں فروکش تھے اپنے میزبان منشی عبدالحکیم صاحب سے ارشاد فرمایا کہ دالان صاف کر کے وہاں فرش بچھادو، حکم کی تعمیل کی گئی، آپ دالان میں تشریف لائے اور ایسے بیٹھے کہ جیسے کسی کے آنے کے انتظار میں کوئی شخص گوش برآواز ہو، تھوڑی دیر بعد دروازہ پر کسی نے دستک دی اور آواز بھی۔ آپ نے فرمایا: "آجائیے"۔ اتنے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے سلام کے بعد مصافحہ کیا، نہایت احترام سے بٹھایا، حضرت مولانا نے کسی مشغلہ کی طرف اشارہ کیا، میاں صاحب نے اس شغل کی بابت ایسا بیان فرمایا کہ سامعین محو ہو گئے، پھر چپکے چپکے کچھ اور باتیں کرتے رہے جو سمجھ میں نہ آسکی تھوڑی دیر ٹھہر کر تشریف لے گئے۔[1]

ایک شخص حافظ احمد اللہ صاحب ذکر کرتے تھے کہ حضور میاں صاحب میرٹھ میں حکیم محمد مقرب حسین کے مکان میں مقیم تھے اور عقیدت مندوں کا ہجوم تھا، وہاں ایک فقیر راہ گیر رنگین کپڑے پہنے ہوئے بیٹھے تھے کہ اتنے میں جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فروتنی سے پاانداز پر بیٹھنے لگے، حضور نے ہاتھ تھام لیا اور اپنی ردائے مبارک مولانا کے نیچے بچھائی اور فرمایا کہ: "آپ عالم دین ہیں اس پر بیٹھیے"۔ مولانا نے چادر چوم کر سر پر رکھنا چاہا، حضرت قبلہ نے ہاتھ میں لے لی اور اپنے پاس بٹھالیا، دونوں حضرات میں آہستہ آہستہ باتیں ہونے لگیں، جو کسی کی سمجھ میں نہ آئیں۔ رنگین پوش فقیر باہمی گفتگو میں دخل در معقولات ہونے لگا۔ حضور قبلہ نے باربار منع فرمایا اور مولانا کے ادب کی تاکید کی اس پر بھی وہ نہ مانے، آخر ناراض ہو کر فرمایا: "میاں دمڑی کے رنگ میں کپڑے رنگ لینے سے الوہیت کے رموز نہیں سمجھ سکتے، بانا شیر کا چال گیدڑ کی سادہ بنا، یا سانگی، جس مرتبے کی یہ باتیں ہیں پہلے اس تک تو پہنچو پھر دخل دینا۔ ع

'رموز مملکت خویش خسرواں دانند' — یہ حصہ تو خاص حضرت مولانا کا ہے"۔

سردی کے موسم میں ایک مرتبہ حضور سوندھ میں ہی سرس کے درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے، ایک نابینا حافظ بھی کہیں سے آگئے، ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے سورہ فاتحہ کی تفسیر سات روز تک بیان فرمائی اور بڑے بڑے نکات و معنی ارشاد فرمائے اور اخیر میں کہا کہ: "اگر سات سال تک اس کی تفسیر بیان کروں تب بھی ختم نہیں ہو سکتی"۔ حافظ نابینا بولے: "حضور! سات تو کل آیتیں ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ سات دن کیا بیان کیا ہوگا"، فرمایا: "بھائی خدا کا کلام ایسا ہی بحر ذخار ناپیدا کنار ہے کہ برسوں ختم نہیں ہوتا"، حافظ نابینا نے پھر وہی تکراری جملے کہے، آپ نے فرمایا: "اسی واسطے خدا تعالیٰ نے تم کو اندھا کر دیا"۔[1]

منشی عصمت اللہ خاں صاحب، خادم حضرت قدوت، بیان کرتے ہیں: "ایک شخص مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح کی خدمت میں آیا اور ایک باریک اور غیر معروف مسئلہ پوچھا، مولانا ممدوح نے ارشاد فرمایا: تم ٹھہرو جمعہ کے دن میاں راج شاہ صاحب اپنے وطن میوات سے تشریف لائیں گے اس کا جواب وہ دیں گے۔ مولانا محمد اسحاق۔ نواسۂ شاہ صاحب رح۔ جو اس وقت تک حضور کے حالات سے واقف نہ تھے، بول اٹھے: "وہ دیہاتی جاہل کیا جانے؟" اس پر شاہ صاحب نے غصہ ہو کر ادب کی تاکید فرمائی اور کہا کہ تم کیا جانو؟ مولانا

محمد اسحاق صاحبؒ نے سائل کو امتحان کرنے کے لئے جمعہ تک ٹھہرائے رکھا، جب جمعہ آیا تو مولوی صاحب اس سائل کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائے اور سائل سے کہا: "دیکھو وہ حوض پر میاں صاحب وضو کر رہے ہیں، تو چل میں بھی آتا ہوں"۔ حضورؒ وضو کر چکے تھے کہ اتنے میں مولوی صاحب بھی تشریف لے آئے سائل نے مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا کہ: "بھائی میں جاہل ہوں، دیہقانی اور ان پڑھ ہوں، مسائل کو کیا جانوں؟ یہ باتیں کسی عالم سے پوچھنی چاہئیں"۔ مولوی صاحب یہ پتہ کی بات سُنکر خاموش ہوئے، حضور مسجد کے اندر تشریف لے چلے اور فرمایا کہ فلاں موقع پر فلاں فلاں صحابی رضی اللہ عنہما نے رسول کریم ۔ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تھا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یوں جواب ارشاد فرمایا تھا"، مولانا محمد اسحاق صاحب نے تسلیم کیا اور سکتہ کے عالم میں آگئے۔[1]

مولانا ناظر حسین سہارنپوری کا بیان ہے کہ ان کے والد اور مولوی سرفراز علی صاحب مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے حدیث شریف پڑھتے تھے، ایک روز سبق میں آیا کہ جب بندہ میرا خاص ہو جاتا ہے تو میں اس کے کان، زبان ہاتھ پاؤں بنجاتا ہوں، اس پر مولوی سرفراز علی نے حجت کی، مولانا محدث نے ہرچند سمجھایا، مگر قلب مضطر کی تسکین نہ ہوئی، پھر کچھ دیر بعد مولانا موصوف نے فرمایا کہ اس کا مطلب میاں راج شاہ صاحب بتلائیں گے انشاء اللہ وہ تمہیں اسطرح سمجھائیں گے کہ تمہیں اطمینان ہو جائے گا۔ مولوی سرفراز علی۔ نے اجازت حاصل کی اور عرض کیا کہ کل سوندھ جاؤں گا، صبح کو مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپنے فرمایا: "گئے نہیں"؟ عرض کیا رات کو خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی انھوں نے

[1] ص ۱۳۱

فرمایا ہے: "تم حدیث شریف کا سبق چھوڑ کر نہ آؤ"، یہ بے ادبی میں شامل ہے میں خود وہاں آجاؤں گا اور سمجھا دوں گا، حضرت مولانا محدث علیہ الرحمۃ کے فرمانے پر مولوی سرفراز علی نے ان کا حلیہ بیان کیا، اس عرصہ میں مولانا نے سُنا کہ حضرت میاں صاحب تشریف لا رہے ہیں اول ہی مولوی سرفراز علی نے دیکھکر کہا: "حضرت قبلہ وہ بزرگ یہی تھے جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا، میاں صاحب نے مولوی سرفراز علی کا ہاتھ پکڑا اور قریب ایک کھنڈر میں لے جاکر ان کا اطمینان کر دیا، جب واپس استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چشم پُر آب تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے وہ دیکھا اور وہ سُنا کہ کبھی ان آنکھوں اور کانوں سے نہ دیکھا نہ سُنا ہوگا ؎

پوتھی سب تہو تھی بھئی پنڈت بھیا نہ کوئے
ڈھائی انچھر پریم کے پڑھے سوئی پنڈت ہوئے[1]

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ الدھن میں آپ کے پاس تشریف لائے، حضور نے استدعا کی کچھ وعظ فرمائیے، جب سے علماء دہلی کی صحبت ترک ہوئی ہے وعظ سُننے کا اتفاق نہیں ہوا، مولانا نے فرمایا کہ میں خود زبانِ مبارک سے سننے آیا تھا پھر دو تین شعر مثنوی کے پڑھے اور مطالب خاص کی بابت اشارہ فرمایا، میاں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ان کا ترجمہ اور مطلب بھی بیان کرو۔ اس پر اس بحر زخار علم شریعت نے وہ وہ موجیں دکھلائیں کہ سُننے اور جاننے والے ہی کچھ اس کا لطف پا سکے۔ پھر حضور قبلہ نے ان کا ایک مطلب فرمایا وہ عام فہم تھا، پھر دوبارہ تقریر کی، اس کو صرف مولانا نے سمجھا، سہ بارہ جو کچھ بیان کیا وہ ایسے مطالب عجیب و غریب تھے کہ روح مولانا وجد میں آگئی اور تیسرا کوئی نہ سمجھ سکا، ان بیانات سے مجلس کے قلوب

[1] ص ۱۳۹

یہ ایک ایسا اثر پڑا کہ سب مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگے اور ارشاد فرمایا:
"سبحان اللہ وبحمدہ، میں اپنی مراد کو پہنچا" اور یہ شعر پڑھتے ہوئے رخصت ہوئے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود[1]

مرزا عنایت اللہ بیگ دہلوی فرماتے ہیں کہ: "میں اور میر عاشق علی نواحِ پورب میں ہم سفر تھے، جب گنج مراد آباد کے قریب پہنچے تو حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے قدم بوسی کا شوق پیدا ہوا، قریب ہی وہاں ایک بزرگ رہتے تھے، فرمایا کہ تم جیسے خلاف شریعت سے وہ کیا ملیں گے، بہر حال ہم دونوں مراد آباد پہنچے اور مولانا صاحب کے یہاں حاضر ہوئے، آپ اس وقت حجرہ میں رونق افروز نہ تھے، کچھ مٹھائی لے کر ہم مکان پر پہنچے، آپ چارپائی پر بیٹھے انتظار میں تھے میر صاحب نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور چومنا چاہا، اس کشمکش میں دونوں صاحب جھک گئے، مولانا نے فرمایا کہ رسالدار میرے لئے دعا کرو۔ میر صاحب نے عرض کیا کہ میں دعا کے لئے نہیں بنایا گیا ہوں ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

پھر دونوں حضرات نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی پھر فرمایا کہ آپ ایسے بزرگ کے خادم ہیں جن کی تعریف نہیں ہو سکتی ہے، اور ایسے ہی صاحبزادے میاں مولوی عبد اللہ شاہ ہیں ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتوِ آں　　ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند[2]

نواب محمد شاہ خاں سکنہ جسن پور ضلع مراد آباد نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا، چند روز قیام کیا حضرت میاں صاحب نے ارشاد فرمایا: "محمد شاہ وقت آگیا ہے کمر ہمت باندھ لو اور بنگالہ کی راہ لو، باستماع ارشاد پیر راہی بنگالہ ہوا، جب نواح بنگالہ میں پہنچا تو ایک ساحرہ مجھ پر عاشق ہو گئی، یہ کیفیت میری سات ہفتوں

---

[1] ص ۱۳۲　[2] ص ۱۶۶

تک گذری کہ جب اس کے گاؤں سے صبح کو چلتا تو شام کو قطع سفر کر کے وہیں موجود ہوتا یہ کیفیت جب میرے میزبان نے دیکھی تو کہا کہ جب یہ عورت تم سے دریافت کرے کہ کدھر جاؤ گے تو جس طرف جانے کا قصد ہو اس کے خلاف سمت کا نام بتا دینا ورنہ تمام عمر اسی چکر میں رہو گے، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اس دن دوسری طرف کو گیا وہ ہی اور کہا مت جاؤ ورنہ پریشان ہوں گے، میں نے کہا: "مرشد کامل ہے تو کیا کر سکتی ہے" وہ گھر کو چلی گئی اور میں نے اپنی راہ لی اس کی سرحد پار تک بھاگا گیا، جب اس وبال سے پیچھا چھوٹا تو منزل دو منزل چلکر دیوہ شریف حاضری کا ارادہ کیا کہ میاں حاجی وارث علی شاہ سے مل کر چلیں گے۔ وہاں پہنچا تو ایک ہجوم پایا، لوگ آپ کو پالکی میں سوار کئے ہوئے لے جا رہے تھے، بندہ نے بھی کندھا دیا اور مکان کے باہر ٹھہر گیا، کیونکہ اندر جانے کی ممانعت تھی۔ احقر نے عرض کیا کہ جا کر عرض کردو کہ ایک شخص خدمت میں نیاز حاصل کرنا چاہتا ہے، حضرت کا خادم بعد اطلاع واپس آیا اور کہا۔ بھائی بڑے قسمت والے ہو، آؤ، یاد فرمایا ہے، اور تمہیں کو سب سے پہلے پوچھا ہے۔ حاضر خدمت ہوا مصافحہ کیا ہاتھ چومے، حاجی صاحب نے فرمایا: "تم سے مل کر بہت جی خوش ہوا" پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: "یہ ایک زبردست شیخ، فرد وقت کا خادم ہے، بھائی ہمارا بھی حضرت سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے"، میں نے رخصت طلب کی، فرمایا: "ہمارے میہمان رہو"۔ عرض کیا مجبور ہوں، صرف آپ کی زیارت کی خواہش تھی، سو الحمد للہ پوری ہو گئی"، اس پر حضور نے خادم سے فرمایا کہ ایک تھان اور پچاس روپے لاؤ اور فرمایا کہ یہ ہدیہ میری جانب سے پیش کر دینا، انشاء اللہ عنقریب نیاز حاصل کروں گا۔

جب میں سونڈھ حاضر ہوا مجھکو محقق یاد ہے کہ حاجی وارث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سونڈھ تشریف لائے اور دو اہل اللہ نے باہمی ملاقات فرمائی۔ راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔۔۔۔۔

خوشا وقتے و خرم روزگارے　　　کہ بارے برخورد از وصل یارے[1]

سفر بنگالہ کی واپسی پر پہلی بھیت میں شیر محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قدم بوس ہوا، آپ مکان سے جانب جنگل جا رہے تھے، میں نے حصول زیارت کے بعد اجازت چاہی، فرمایا: آج مہمان رہو، لوگوں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ نو وارد کون ہے؟ فرمایا: "یہ بڑے زبردست شیر کا خادم ہے"، اور آپ ایک درخت کے سایہ میں ہمراہیوں سمیت بیٹھ گئے اور مجھ سے پوچھا: اب کہاں سے آ رہے ہو"؟ عرض کیا: بنگال سے، فرمایا: کہاں کا عزم ہے؟ میں نے کہا دربار مرشد۔ پھر آپ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا: "سبحان اللہ فرمانبردار عاشق صادق ایسے ہی ہوتے ہیں خدا جزا دے، انشاء اللہ صبح کو میں بھی حاضری سے مشرف ہوؤں گا"۔ جب سورج نکلا تو فرمایا: جنگل چلو اور صرف تنہا مجھکو ہمرکاب لیا اور میدان میں پہنچکر ایک ضرب اللہ لگائی اور رونا شروع کیا، منھ سوندھ کی طرف کرلیا اور آن واحد میں آنکھیں کھول دیں اور ایک تھان اور کچھ روپیہ دیکر فرمایا: یہ پیش کر دینا، اور عنقریب حضوری میں حاضر ہوں گا، نیز یہ بھی کہدینا کہ وقت آگیا ہے، ذرا خیال رہے، وہاں سے رخصت ہو کر سوندھ حاضر ہوا اور نذرانہ و پیام پیش کیا تبسم فرمایا، اور خاموش ہو گئے، پھر دعا کی اور دیر تک کچھ کلمات آہستہ آہستہ فرماتے رہے جو سمجھ میں نہ آئے[2]

پس از مدت کہ با من گفت از راہ وفا حرفے
چناں گشتم ز خوشحالی کہ آں را ہم نفہمیدم[3]

نواب صاحب ممدوح کو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چار سفر کرائے پہلا سفر بنگالہ، دوسرا سفر مدراس، تیسرا سفر پانی پت چوتھا رشی کیش کا سفر۔ پانی پت مولانا غوث علی شاہ صاحب کی زیارت کے لئے بھیجا گیا، ایک کوچہ میں ایک بزرگ سے

[1] ص ۱۵۴، [2] ص ۱۵۵

آپ جیسے خلاف شرع سے وہ کیوں ملیں گے؟ میں نے حضرت کا پتہ پوچھا، فرمایا: اس سے کیا حاصل، تم پتہ بتادو، وہ ہنس کر چلے گئے، میں چند قدم چلا تھا کہ ایک شخص اور ملے، اور مجھ سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا: مولانا غوث علی شاہ کی خدمت میں! فرمایا: میں ہی تو ہوں۔ میں نے مصافحہ کیا اور ہاتھ چومے، اور ہمرکاب ہوا، ایک مکان میں ٹھہرایا، اور کچھ دیر بعد ایک خادم کچھ اپلے اور سیر بھر تمباکو رکھ گیا، شام کو کھانے کے لئے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ خود بلا کر لے گئے، میں نے عرض کیا: آپ نے کیوں تکلیف فرمائی؟ فرمایا: "عزیزم تم ایک زبردست فقیر کے خادم ہو، یہ انھیں کی خدمت ہے"، غرض کھانا کھایا اور معافی چاہی، کہ آپ یہیں تشریف رکھیے، مولانا ٹھہر گئے اور میں دکان پر آگیا، دو یوم قیام کیا تیسرے دن رخصت طلب کی اجازت نہ دی، فرمایا: آج　　رہو، آخر بحجت تمام رخصت ملی۔ چلتے وقت ارشاد فرمایا کہ سوندھ شریف کب تک پہنچو گے؟ عرض کیا پندرہ بیس یوم میں، فرمایا جب تک تم پہنچو گے میں بھی پہنچ جاؤں گا، کچھ نذرانہ حضور کے لئے دیا اور رخصت فرمایا۔ سوندھ حاضر ہو کر نذرانہ پیش کیا اور جو کچھ پیام تھا وہ دیا، دعا کی اور فرمایا کہ "اچھا بھائی اچھوں سے ملنا اچھا ہے، یہ ہی لوگ مردان راہ خدا ہیں[1]

میر حاجی احمد حسین سکنہ گلاؤٹی ضلع بلند شہر، مشیر ریاست جودھپور، راجستھان، اپنے وقت کے ایسے بزرگوں میں سے تھے کہ ان کی نسبت یہ خیال تمام اطراف میں پھیلا ہوا تھا کہ خلاف شریعت انھوں نے تازیست کوئی کام نہیں کیا ان کا یہ بیان ہے کہ یہ اثر مجھ میں حضرت میاں صاحب کی صحبت سے پیدا ہوا میاں صاحب شریعت کے اس قدر پابند تھے کہ ان کا کوئی فعل خلاف سنت نہیں تھا، رفتار، گفتار، نشست و برخاست سب سنت نبوی کے موافق

[1] ص ۱۵۶

تھیں، آپ تیز چلتے تھے اور پیروں کی چاپ چلنے میں سُنائی نہیں دیتی تھی، نیچی گردن
کرکے چلتے اور بعض اوقات ردا مبارک سر پر ڈال لیتے۔ گفتار میں خشونت بالکل نہیں
تھی، اور تقریر نہایت شیریں اور ایسی مسلسل ہوتی کہ سامع کا جی بات سُننے سے
نہیں گھبراتا، اکثر دوزانو یا چوزانو پلنگ پر نشست رہتی، ہمیشہ باوضو رہتے، کبھی
کھلکھلا کر نہیں ہنستے تھے، ہر کام بسم اللہ کے ساتھ شروع کرتے۔ بولنے میں اللہ اللہ کے
ساتھ کلام فرماتے، اکثر وقت وعظ و نصیحت میں صرف ہوتا شریعت کی بابت پابندی کی
تاکید فرماتے، گالی یا فحش کلام ان کی زبان نے بچپن سے لے کر ضعیفی تک کبھی نہیں سُنے
گئے، رات دن میں اکثر یہ کلمات فرماتے:

"یا اللہ تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یا حفیظ، یا سلام، امان اللہ" بار بار
کہتے، کوئی حافظ آجاتا تو اس سے قرآن پڑھواتے اور سُنتے سُنتے رقت طاری ہو جاتی تھی
احادیث کی کتابیں سُنا کرتے تھے، لیلے مجنوں اور ہیر رانجھا کے قصہ سُننے کا شوق
تھا، آپ کے مرید اعظم شاہ ولایتی، اور محمد شاہ منصور کا قصہ پشتو میں پڑھتے تو میاں
صاحب شوق سے فرماتے: "اعظم شاہ سُناؤ سُناؤ۔ اگر کوئی ہندی، پنجابی،
پشتو اور فارسی زبان میں شعر یا کوئی دوہا یا چوپائی (رباعی) پڑھتا اور کسی لفظ کی
اونچ نیچ ہو جاتی تو آپ فوراً بتادیتے تھے۔ اکثر توحید و نعتیہ کلام سُنا کرتے اور
خود بھی ہندی کے دوہرے اسی مضمون کے فرماتے، لوگوں کو تعجب ہوتا کہ باوجود
ان پڑھ ہونے کے صحت الفاظ اور فہم مضامین کا یہ حال ہے: ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر [1]

مؤلف "ملت راج شاہی" کا بیان ہے کہ مولوی عبداللہ شاہ کی خدمت میں

[1] ص ۱۱۷

عصر کے بعد حاضر تھا، بزرگان دین و صوفیائے کرام کے تذکرے ہو رہے تھے، غلام نے
عرض کیا کہ "کیا کوئی بزرگ اپنے مرید کو کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں تکمیل مدارج کیلئے
بھیجتا ہے؟ ارشاد فرمایا: "ہاں"۔ ایک دفعہ ایک شخص بعد انفراغ حج جو حضرت قبلہ
حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اور ان کے ایماء سے سوندھ حاضر ہوا۔ دریافت
پر معلوم ہوا کہ حاجی صاحب نے اپنے اس مرید سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے ایک دوست
میاں راج شاہ مردان خدا میں سے ہیں اور موضع سوندھ ضلع گوڑگانوہ، جو قصبہ تاوڑ کے پاس ہے
رہتے ہیں تم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ہمارا سلام کہہ دینا اور بس چنانچہ اب میں حاضر
ہوا ہوں۔ حضور فرد وقت نے فرمایا، اچھا بھائی کھانا وانا کھاؤ اور آرام کرو، بعد نماز تہجد
وہ شخص حاضر ہوا، دو گھنٹہ برابر تخلیہ میں رہا، صبح کو رخصت فرماتے وقت سینہ سے لگا کر
ارشاد کیا: کہو اللہ، اس نے اللہ کہا، پھر فرمایا: کہو اللہ، تیسری مرتبہ پھر اللہ کہلوایا،
اس وقت یہ حالت تھی کہ ہر بُن مو سے پسینہ جاری تھا اور بے خودی طاری تھی، پھر کیا
تھا رنگ بدل گیا، کندن ہو گیا اور اسی حالت میں دعا دیتا ہوا چل دیا، حضور نے فرمایا
کہ بھائی اس کی تکمیل میں یہ کسر تھی اور اس کا حصہ ہمارے پاس تھا [1]

ایک مسافر زار و قطار روتا ہوا میاں مولوی محمد عظیم شاہ صاحب کے سامنے آیا
اور اس شدت سے رویا کہ چیختے چیختے بے ہوش ہو گیا کچھ دیر بعد طبیعت سنبھلی، دریافت کیا
کہاں سے آئے ہو؟ کہا: بخارا سے حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا تھا عرصہ
پانچ ماہ کا ہوا کہ حضور مغفور کو میں نے خواب میں دیکھا تھا، ان سے طالب دعا ہوا، تسلی دیکر
فرمایا: ہمارے پاس آؤ، نواح دہلی میں گوڑگانوہ ضلع اور اس میں ایک موضع سوندھ
ہے ہمارا وہاں مکان ہے اور راج شاہ نام ہے، اس وقت حضور کے ہمراہ ایک لڑکا بھی
تھا جس کی انگلی آپ نے پکڑ رکھی تھی، دریافت کیا کہ اس بچے کا نام کیا تھا، کہا محمد عمر،

[1] ص ۱۲۱

اس کو آپ پیار کرتے تھے، خواب سے آنکھ کھلی، ولولہ پیدا ہوا کہ چلوں۔ اس دن
سے سفر میں ہوں۔ یہاں پہنچ کر حضور کی خبر وصال سنی تو جگر چاک ہو گیا، اب کیا کروں
مولوی محمد عظیم شاہ نے فرمایا: جو لڑکا میاں صاحب کے ہمراہ تھا کیا اسے پہچانتے
ہو؟ کہا ہاں، چنانچہ چند لڑکوں میں میاں محمد عمر شاہ کو ملا کر پیش کیا اس نے پہچان کر
کہا کہ یہ لڑکا ہے اور یہی حلیہ ہے، پھر اس شخص کو حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہ کی خدمت
میں پیش کیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ بھائی آ گئے اچھا کیا۔ کیوں گھبراتے ہو ؎

زمن پرسید راہ و رسم شہرستان رسوائی
کہ چوں فرہاد مجنوں نیستم کوہی و صحرائی

سینہ سے لگایا اور بیعت کیا خدا کا نام بتایا اللہ نے اس کا کام پورا کر دیا،
چند روز قیام کرکے کامیاب ہو کر اپنے وطن کو واپس چلا گیا[1]

ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے وعظ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کی سیر کا تذکرہ فرمایا، لوگوں پر ایک حالت طاری ہوئی ایک شخص نے بچشم پر آب
عرض کیا کہ مولانا صاحب اس زمانے میں بھی کوئی انسان اس خصلت کا ہے؟ مولانا
ممدوح نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، خدا کی خدائی خالی نہیں، ایک شخص یہاں تشریف
لایا کرتے ہیں اس بار آئیں گے تم کو دکھا دیں گے۔ جب حضور میاں صاحب جمعہ کو
جامع مسجد دہلی میں تشریف لائے، حوض پر وضو کر رہے تھے، مولانا ممدوح نے آپ کو
دیکھ کر حوض کے قریب اپنا چادرہ مبارک بچھا دیا، میاں صاحب نے مولانا صاحب سے
مصافحہ کیا اور تعظیم دی، مولانا نے فرمایا: "یہاں چادرہ پر تشریف رکھئے، میاں صاحب
نے چادرہ اٹھا کر سر پر رکھ لیا اور فرمایا: مولانا صاحب! آپ ہادی دین متین، نائب رسول،
عالم فاضل ہیں۔ میں ایک گنہگار آدمی گنوار ہوں، کیوں مجھے اور گنہگار کرتے ہیں، بندہ

والوں کی پاپوش کی برابر بھی نہیں، یہ کلمات سنکر ایک بڑے مجمع کے روبرو۔ جو وہاں
موجود تھا۔ فرمایا:-

"اے لوگو! جن بزرگ کے بتانے کا وعدہ تم سے کیا تھا وہ یہی
ہیں، ہندوستان کی خوش قسمتی ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین کی سیر کے حضرات اب بھی موجود ہیں اور وہ آپ کی ذات ہے
کہ قدرت نے ایسی مقدس روحوں کو پیدا کیا"۔

اس پر حاضرین پر ایک رقت طاری ہوئی، سب نے آپ سے مصافحہ
کیا، پھر جب آپ دہلی تشریف لے جاتے شائقین نیاز حاصل کرنے حاضر ہوتے:

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء[2]

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی جب بیت اللہ شریف گئے
تو وہاں کے فقراء اور اہل اللہ سے ملے، ایک روز خانہ کعبہ میں ایک بزرگ بزرگان دین کے
اوصاف بیان فرما رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے آدمیوں کے یہ یہ وصف
بیان کئے ہیں، مولانا ممدوح نے سنکر فرمایا کہ ان جمیع اوصاف سے متصف میں نے
ایک شخص کو پایا، لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت وہ کون بزرگ ہیں اور کہاں قیام پذیر
ہیں۔؟ مولانا نے تمام پتہ اور نام حضرت میاں راج صاحب، فرد وقت علیہ الرحمۃ کا بیان
کیا۔ وہاں کانپور کے ایک مولوی صاحب بھی تھے، انھوں نے پتہ مفصل لکھ لیا، حج
کے بعد پہلے اپنے گھر کانپور آئے اور کچھ دن قیام کر کے براہ دہلی قصبہ سہنہ پہنچے، پھر
پہاڑی کا راستہ طے کر کے سوندھ کے جنگل میں آئے، دیکھا تو ایک بزرگ کھڑے ہیں،
مولوی صاحب نے بعد سلام مسنون ان سے دریافت کیا کہ جناب یہاں کوئی موضع
سوندھ ہے؟ اور کیا اس میں ایک بزرگ اس نام کے رہتے ہیں، فرمایا چلو سوندھ

میں بھی چلتا ہوں، ذرا آرام کر لو یہ کہہ کر کھیت کی مینڈ (ڈول) پر بیٹھ گئے اور وہ حدیث
تلاوت کی جو مولوی صاحب نے کعبہ شریف میں بزرگان دین کے اوصاف میں بیان
کی تھی، مولانا کانپوری یہ سنتے ہی مضطرب ہو گئے اور حضور کے قدموں پہ گر کے بے اختیار
ہو گئے اور رونے لگے، حضور نے اٹھا کر سینہ سے لگایا اور سوندھ لیجا کر بیعت کیا، پھر
ایک شغل تعلیم فرما کر کہا کہ بھائی کہاں کہاں بھٹکتے پھرو گے، ممکن نہیں کہ چپہ چپہ زمین پر
پھر جاؤ، اپنے ہی میں ڈھونڈو، یہیں مل جائے گا۔ نحن اقرب الیہ من
حبل الورید۔ ؎

دور کہوں تو دور ہے اور پاس کہوں تو پاس
رم رم میں رم رہو جوں پھولن میں باس [1]

شاہ محمد خان حسن پوری کہتے ہیں، ایک دفعہ ٹونک میں اپنے بھائی سے
ملنے گیا، جنگل میں ایک سادھو اور ان کے چند چیلوں کو دیکھا، خدا کی شان وہاں جا کر
اپنے سب ذکر و اشغال بھول گیا، قلب میں یہ ذکر جاری ہوا۔ ہا، ہے، ہم، ہر چند
اس وسوسے کو دفع کرنا چاہا نہیں ہوا، وہیں سوندھ شریف کو سیدھا ہو لیا، جس وقت
قصبہ سوندھ سے پہاڑی پر قدم رکھا بدستور پہلا شغل جاری ہو گیا، گرو جی کا شغل ندارد یاد کرتا
ہوں تو یاد نہیں آتا، غرض حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا، گذشتہ قصہ بیان کیا
حضور نے ارشاد فرمایا کہ دوسری زبان میں وہ بھی خدا ہی کا ذکر ہے بہر نوعے کہ
یاد آری سر برآرد۔ بھائی اب کے جانا ہو تو اس کے چیلوں میں سے دو ایک کو مونڈ لینا
ایک سال بعد پھر ٹونک پہنچا، اور اس سادھو کے پاس گیا خوب زور از زوری ہوئی کچھ اثر
نہ ہوا صاف آیا، جب تھوڑی دور چلا تو راستہ میں آہٹ معلوم ہوئی، پھر کر دیکھا تو گرو جی
کے دو چیلے چلے آرہے ہیں۔ میں نے کہا بھائی خیر ہے، کیا مہاراج نے بلایا ہے

کہا: نہیں، پوچھا: پھر کیوں آئے ہو؟ کہاں جاؤ گے؟ کہا: جہاں تم جاؤ گے تمہارے
ساتھ ہیں، ہر چند ٹالا نہ ٹلے اور کہا تم گرو ہم چیلے، میں نے کہا تم ہندو میں مسلمان، کہا
سب ایکم کار۔ غالباً سب ایک۔ میں نے ٹالنے کا دوسرا بہانہ کیا ایک بکر قصاب
کی دکان پر بیٹھ گیا وہ بھی وہیں پہنچے، میں نے ایک ٹکڑا مول لے لیا وہ ایک چیلے نے
اپنے کپڑے میں لے لیا، آگے چل کر ایک مچھلی خریدی وہ دوسرے چیلے نے سنبھال لی،
چند یوم کے سفر کے بعد دونوں چیلوں سمیت حاضر ہوا، حضرت قبلہ نے التفات فرمایا اور
اپنا چیلہ کیا اور مجھ آزاد کا پیچھا چھڑایا کچھ یوم خدمت میں رکھا اور بعد تلقین اشغال و تکمیل
مدارج ایک کو کسی جگہ کا صاحب خدمت کر کے بھیجا اور دوسرے کو ایک اور بزرگ کے
سپرد فرمایا جو دامن کوہ میں استقامت رکھتے تھے وہ وہاں یاد الٰہی میں مصروف ہوا،
اس مقام پر اس ادب کو ملاحظہ فرمائیے کہ باوجود ارشاد حضور کہ دو کو تم مونڈ لینا پیر
کے سامنے پیر بننا پسند نہ کیا، حضرت کو یہ کس قدر پسند آئی ہوگی؟

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی
بنہ برسر، برو ہر جا کہ خواہی [1]

مولوی عبدالغفور صاحب فرماتے تھے کہ جب آخری مرتبہ حضور نے مجھکو
رخصت کیا تو فرمایا کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو آخری دفعہ رخصت کے وقت
وصیت کی کہ تو خدا اور رسول نہ بننا۔ عرض کیا کہ میں خدا اور رسول کیسے بن سکتا ہوں
فرمایا کہ یہ دعویٰ کرنا کہ جو چاہے وہ ہو، یہ شانِ خدا ہے، ہوتا وہ ہے جو خدا چاہتا ہے،
اور شانِ رسول محبوبیت کی ہے، یہ نہ خیال کرنا کہ میں بڑا زاہد و عابد ہوں اور اس لئے
خدا کو پیارا ہوں، پس ان باتوں کو سوچ اور غور و فکر کرو اس بعد خدا حافظ و ناصر فرمایا،
اور رخصت کیا، مجھ کو یہ کیا خبر تھی کہ یہ وقت حضرت قبلہ کا آخری ہے اور یہ تعلیمِ ہدایت

---

[1] ص ۳۶ - ۱۳۷

سے بھرپور الفاظ میرے کان پھر نہ سنیں گے۔[1]

حبیب اللہ خیاط ہاپوڑی کا بیان ہے کہ قاری عبدالرحمٰن، بریلوی حج کو گئے، نویں تاریخ شب حج کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ تمہارا حج قبول ہوگیا، اور بعد الفراغ حج راج شاہ نامی سے جو ایک فقیر پابند سنت سکنہ سوندہ ضلع گوڑگاؤں جو نواح دہلی میں ہے ملنا، جب وطن چلنے کے لئے جہاز پر سوار ہوئے تو باد مخالف سے جہاز طوفان کی زد میں آگیا اور پھٹ گیا ایک تختہ پر تین آدمی بچے پھر دو ان میں سے بھی غریق رحمت ہوئے، وہ تختہ بہتا ہوا ایک پہاڑ سے جا لگا، گھاس لکڑی پکڑتا ہوا اوپر چڑھا تو ایک دروازہ ملا، آواز دی کوئی نہ بولا، آخر اندر گیا صرف دو کوٹھری والا دالان تھا، بعد مغرب وہ دونوں کوٹھریاں کھلیں اور دو حضرات ان میں سے نکلے، ایک نے ذرا ترش روئی سے کہا: کون ہو؟ دوسرا بولا: خدا کا مہمان ہے مغرب کی نماز باجماعت ان سے پڑھوائی پھر ایک خوان غیب سے اترا، ہم تینوں نے مل کر کھایا، تین روز بطور مہمان رہا، چوتھے روز کہا: "مکان کو جاؤ"۔ میں نے کہا کہ مکان میرا بریلی ہے کیسے پہنچوں گا؟ کہا: "اپنا ایک ایک پاؤں ہمارے کندھوں پر رکھو اور آنکھیں بند کرلو"۔ پھر کہا کھولدو تو بریلی کی سرحد میں موجود تھا چلتے وقت میں نے عرض کیا کہ اپنا نام تو بتا دو فرمایا "ہم کو لیلیٰ مجنوں کہتے ہیں"، یہ کہتے ہوئے چلدیئے اور تاکید کرگئے کہ ہمارا سلام میاں صاحب کی خدمت میں کہنا۔[2]

ایک روز قصبہ سہنہ مسجد کنڈ میں نمازِ فجر پڑھ کر بیٹھے تھے، دو چار آدمی بھی صحبت میں حاضر تھے، فرمانے لگے: بھائیو، میں بے علم ہوں لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بے علم کا مرید ہونا ٹھیک نہیں ہے، اور ہے بھی یہی کہ بے علم خدا کو بھی نہیں جانتا۔ پھر فرمایا: سنو، ایک بات کہتے ہیں، آدمی کا دل نیلوفر کے پھول کے مانند ہے۔

[1] ص ۱۳۸ [2] ص ۱۶۶

اور اس کے چار پہلو اور چار خانے ہوتے ہیں، ہر خانہ میں زمین و آسمان کی بہت بڑی ولایت ہے، ہر دل کے گڑھے یعنی نیچے کی طرف ایک خانہ ہے جو لامکاں کی جگہ ہے، اور پھر ہر خانہ میں اللہ پاک کا خزانہ ہے اور ہر خزانے پر پردہ ہے اور ہر پردہ پر شیطان کا ایک خادم و شاگرد ہے۔ پہلا پردہ غفلت کا ہے، دوسرا پردہ موت کو بھول جانے کا ہے اور اس پر حرص قابض ہے اور تیسرے پردہ پر حسد قابض ہے اور چوتھے پردہ پر غرور، اور ہر ایک کے ساتھ خناس و خرطوم و خطرات و وسوسے شامل ہیں اور ہر خانہ میں اللہ کے پہلے خزانے میں علم، دوسرے میں ذکر، تیسرے میں معرفت، چوتھے میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ۔ اور مرشد ہر ایک کے دفعیہ کا علاج بتاتا ہے، پہلے کے لئے شریعت، دوسرے کے لئے طریقت، تیسرے کے لئے حقیقت و معرفت اور نفس کو مارنا، چوتھے کے لئے گناہوں سے ڈرنا اور دنیا کی صحبت چھوڑنا۔ پھر فرمایا کہ پردہ اٹھ نہیں سکتا مگر مرشد کامل کی نظر سے۔ پھر فرمایا: "بندہ اور اللہ کے درمیان کیا چیز وسیلہ ہوتی ہے اور اس سے کیا ملتا ہے؟" فرمایا: "بندہ اور خدا کے درمیان مرشد وسیلہ ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ خدا کی محبت حاصل ہوتی ہے، خدا کے بھید اور ڈر (تقویٰ) اور موت، مرنے سے پہلے مرنا (موتوا قبل ان تموتوا) حاصل ہوتا ہے"۔ — پھر فرمایا: "اولیا اللہ مرتے نہیں ہیں (اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ) اور پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام تو مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور ان کو پھر موت آجاتی تھی، ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے سرداروں کو وہ بات عطا کی کہ مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں اور وہ قیامت تک نہیں مرتے، ان کی مٹی تک خراب نہیں ہوتی"۔ یہ فرماکر آپ بہت روئے اور کہا کہ میں بے علم ہوں خدا نے مجھے سہنہ میں ایک خاص کام کے واسطے رکھ رکھا ہے اللہ پاک کے حکم کا منتظر ہوں جب وہ کام ہوا ہو جائیگا پھر نہیں معلوم کہاں جاؤں اور نہ یہ معلوم کہ وہ کیا کام ہے؟[1]

[1] ص ۱۹۳

میر عاشق علی سکنہ گلاؤٹھی رحمۃ اللہ علیہ حضور میاں صاحبؒ کے چہیتے مریدوں میں سے تھے اور قلندری طریقہ رکھتے، ان کے پیر بھائی خاں صاحب میاں غازی الدین حیدر شاہ خلیفہ حضرت میاں صاحبؒ نے میر صاحب سے بیان کیا کہ میاں صاحبؒ بارہ بارہ گھنٹے حبس دم کیا کرتے تھے۔ میاں صاحبؒ کے رونگ رونگ سے کلمہ کی آواز آتی تھی ؎

تن سوکھ پنجر بھیو اور رگیں بھئیں سب تار

ردم ردم باجت ہے، یہ ہے نام تہار

رات دن میں صرف ایک معمولی روٹی اور ایک کوزہ پانی پر گزر کرتے۔ پھر میر صاحب نے فرمایا: حضور میاں صاحب کے مجاہدہ کی آخر تک یہ کیفیت تھی کہ نوافل و ذکر الٰہی میں جوں شام سے بیٹھتے اگلے دن اسی وقت اٹھتے اور یہ حال تھا کہ غریبوں کے ساتھ محبت اور مروت سے پیش آتے، چھوٹوں اور بڑوں کو نصیحت فرماتے: جھوٹ دغا بازی، چوری اور ریاکاری بڑے گناہ ہیں، حسد و بغض، کینہ اور ریاکاری سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کے بندوں کی خدمت کرنا اور غریبوں کو مدد پہنچانا بہترین عبادت میں سے ہیں، اسطرح رضاء الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ مومنین و صالحین کی صحبت سے نور ایمان میں زیادتی ہوتی ہے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالع ترا طالع کند

اچھے کی صحبت بھلی بیٹھے کسی جئی ستی کے ساتھ

سیوا کرے سمندر کی جا سو لگان جواہر ہاتھ

فقیروں درویشوں اور اللہ والوں کی صحبت اور خدمت سے دل کی سیاہی دور ہوتی ہے عبادت کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے جو خالق کائنات اللہ جل شانہ اور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کا ذریعہ ہے۔"

پھر ارشاد ہوا: "مخلوق کی خدمت کرو، خواہ کسی قوم کا ہو"، آپ خود بھی بیماروں کی خدمت کرتے۔ چمار بھنگی کوئی بلاتا اس کے چلے جاتے اور فرماتے: ؎

سبھی جات چمار کی بنا چام نہ کوئی

بنا چام وہ آپ ہی جسے کہے نہ کوئی

اور فضول خرچی کو روکتے۔ حتیٰ کہ جو کوئی پانی کو بھی فضول خرچ کرتا اس کو منع فرماتے اور کہتے یہ اسراف بیجا ہے، خدا اس کا حساب لے گا، کھانا کھانے سے پیشتر جب ہاتھ دھوتے تو کسی درخت کی جڑ میں ہاتھ دھوتے اور فرماتے: "یہ پانی بھی کیوں ضائع جائے، خدا کی بنائی ہوئی نعمت ہے، پانی ایسی جگہ ڈالو جہاں کسی کو نفع پہنچائے"، یہ سنت رسول ؐ ہے۔ لوگ ذرا ذرا سی نیکیاں یوں ہی نادانی سے ضائع کر دیتے ہیں۔

اس طرح اس قدسی صفات بزرگ نے تقریباً پچاس سال میوات کی سرزمین کو بقعۂ نور بنائے رکھا۔ پورے علاقہ کی تنظیم کچھ اس طرح فرمائی کہ ہر علاقہ میں ذکر الٰہی کے مراکز قائم ہو گئے۔ گو آپ نے اپنا فیض محدود نہیں رکھا مگر پھر بھی اپنا ماحول ہمہ وقت نگاہوں کے سامنے رہتا ہے اور وَاَنذِرْ عَشِیرَتَکَ الاَقْرَبِین فرمان خداوندی ہے۔

وفات کون ایسا ہے جس نے اس دنیا میں آکر جام حیات سے شربت فنا نہیں پیا، رمضان المبارک کی ۸ تاریخ تھی اور تیرہ سو چھ سال ہجرت کے گزر گئے تھے کہ عند سحر در وقت میاں راج شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس جہان فانی سے کوچ فرمایا:

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ہاتف سبز پوش کرد رقم

شاہ عرفاں چو شد فنا فی اللہ

خلفاء و مجازین

آپ کے خلفاء کی فہرست گو طویل نہیں، مگر جس قدر بھی ہے مرتب اور بھرپور ہے۔

(۱) مولانا عبداللہ شاہ :- آپکے خلف الصدق اور سجادہ نشین خانقاہ سوندھ تفصیلی تذکرہ آ رہا ہے۔

(۲) حاجی حیدر شاہ :- خلف اصغر

(۳) غازی الدین حیدر شاہ سکنہ بہنہ ضلع گوڑگانوہ، آپکا وصال بھرتپور شہر میں ہوا، مہاراجہ بھرت پور نے آپکا مقبرہ بنوایا جو فصیل شہر سے باہر مگر اس کے متصل ہے۔

(۴) حاجی سید عابد حسین دیوبندی : بانی دارالعلوم دیوبند، ضلع سہارنپور

(۵) میر محمد تقی تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

وہ حضرات جو قطب عالم کی توجہ سے مجذوب ہو کر صاحب خدمت ہوئے :-

(۱) حافظ میر احمد علی آکیڑہ ضلع گوڑگانوہ رح

(۲) میاں زمان شاہ ولایتی رح خیر نگر دروازہ شہر میرٹھ

(۳) میاں خان محمد شاہ ولایتی رح متعینہ کابل

(۴) میاں جھجو شاہ رح صدر بازار میرٹھ

(۵) شاہ صاحب رح سیدم پور علاقہ بھرتپور

(۶) مسماۃ مہنہ سکنہ بہی

(۷) مسماۃ والدہ سلطان سکنہ کھوڑیا، نارنول

(۸) صاحبزادی نوابی والدہ میاں ولی محمد جی رح، سانٹھا داری

(۹) عبدالمجید شاہ، الدھن ضلع میرٹھ

(۱۰) دہری میو مجذوب فیروز پور جھرکہ

(۱۱) پیر جی فیاض علی میرٹھ [1]

---

[1] ص ۱۹۵-۱۹۶